Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سی میز تھی، جس کے اِس طرف تین آدمی دروازے کی جانب پشت کئے کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ وہ اَپنے سامنے کرسی پر بیٹھے ہُوئے آدمی سے کوئی بات کر رہے تھے۔ وہ آدمی، جو اعجاز کے اندازے میں بی۔اے۔ چوہدری تھا، میز پہ جھکا کچھ کاغذات دیکھ رہا تھا اَور اپنے مقابل بیٹھے ہُوئے لوگوں کی طرف دیکھے بغیر اُن کی باتیں سن کر آہستہ آہستہ سَر ہلاتا جا رہا تھا۔ اعجاز اُس پر سرسری سی نظر ڈال کر بغل کی طرف پڑی ہُوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ پُرانی عمارت کا بڑا سا، اُونچی چھت والا کمرہ تھا جِس کی دیواروں سے سفیدہ اَور سیمنٹ جگہ جگہ سے اُکھڑ چکا تھا۔ بغل کی دیوار میں ایک نیم وا دروازہ تھا جو ملحقہ کمرے میں کھلتا تھا۔ اُس کمرے سے چند مردوں اَور عورتوں کی ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔ ایک دیوار کے سَاتھ پانی والا پُرانا سا کولر نصب تھا جِس کے پنکھے کا ہلکا ہلکا شور کمرے میں پھیلا تھا۔ کمرے میں باہر کی نسبت کافی ٹھنڈک تھی۔ اعجاز میز کی جانب دوبارہ متوجہ ہوا تو کرسی پر بیٹھا ہوا شخص اُٹھے بغیر، آگے جھک کر تین آدمیوں سے ہاتھ ملا رہا تھا۔ تینوں رخصت ہو کر کمرے سے نِکل گئے تو اعجاز نے کاغذ نکال کر آگے بڑھایا۔ اُس وقت پہلی بار اُس نے توجہ سے بی۔ اے چوہدری کو دیکھا اَور اُسے ایسا دھچکا لگا کہ وہ خُود بخود کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اُس نے دونوں ہاتھ میز پر رکھے اَور آگے جھک کر اپنے آپ کو سہارا دیا۔

"بشیر!" اُس نے ہولے سے کہا، گویا اَپنے آپ سے بات کر رہا ہو۔

بشیر ایک تار اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ اُس کے ہونٹوں پہ بے معلوم سی مُسکراہٹ تھی، مگر آنکھوں میں آشنائی کی جھلک تھی، جیسے کہہ رہا ہو حیران ہُوئے ناء؟ اعجاز اِستعجاب کی حالت میں میز کے سَاتھ کھسکتا ہوا بشیر کے پاس جا کھڑا ہوا۔ بشیر نے گرمجوشی سے اُس کے سَاتھ ہاتھ ملایا۔ بشیر کے پنجے میں انوکھا زور تھا جسے محسوس کر کے اعجاز چونکا۔

"تم---؟ اعجاز کے مُنہ سے بات نہ نِکل رہی تھی۔ "بی۔اے----؟" بشیر نے ہاتھ سے سامنے والی کرسی کی جانب اشارہ کیا۔ اعجاز جا کر کرسی پہ بیٹھ گیا۔ اُس کی نظریں بشیر کے چہرے سے نہ ہٹتی تھیں۔

"چوہدری۔" بشیر نے کہا۔ "بی۔اے۔ چوہدری۔ بشیر سے بی۔اے۔ چوہدری تَک کا سفر بہت طویل ہے۔ وقت مُختصر ہے مگر سفر لمبا ہے۔ موقع آنے پر کبھی بیٹھ کر بات کریں گے۔ تم سناؤ، کیسی گزر رہی ہے۔ تم نے بھی کافی سفر طے کیا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اللہ کا شکر ہے،" اعجاز نے جواب دیا۔

اِس وقت اَپنی طلبی کی کھدبد اُس کے دل سے ختم ہو چکی تھی۔ وہ صرف بشیر کی ہیئت میں کھویا ہوا تھا۔ وہ پُرانا، پلپلے چہرے اَور نرم آنکھوں والا بشیر غائب ہو چکا تھا۔ اُس کا رنگ اِس حد تک صاف ہو چکا تھا کہ کسی آسمانی رنگ ساز کے کمال کا گمان ہوتا تھا۔ اُس کی موٹی، سلوٹ در سلوٹ جلد کو دیکھ کر لگتا تھا جیسے چہرے کی چربی کسی مشین کے ذریعے نچوڑ لی گئی ہو۔ اُس کی جلد کی بنتر تک بدل چکی تھی۔ ڈاڑھی مونچھیں صاف ہو چکی تھیں۔ اُس کے بال اُسی طرح گھنے تھے مگر اُن میں سفید لکریں دکھائی دے رہی تھیں۔ بال اُس نے بہت چھوٹے کٹوا رکھے تھے، جِس سے اُس کا حلیہ یکسر بدل گیا تھا۔ اُس کی آنکھوں میں ایک عجیب سا بھاری حزن تھا، مگر ساتھ ہی پتھر کی سی سختی آ گئی تھی۔ آنکھوں پہ اُس نے شفاف پلاسٹک کے فریم والا چشمہ لگا رکھا تھا۔ اعجاز کے ذہن کے پردے پہ دو شکلیں بار بار اُبھر رہی تھیں، جیسے فلم چل رہی ہو۔ ایک وہ بشیر جو ایک جلسے میں اعجاز کے پہلو میں کھڑا اُس کی لکھی ہُوئی تقریر پڑھنے سے پہلے تھر تھر کانپ رہا تھا اَور اعجاز اُس کی پشت پہ ہاتھ رکھے اُسے تھامے ہُوئے تھا۔ اَور دُوسرا یہ بی۔اے۔ چوہدری تھا جو سفید لٹھے کی کلف لگی شلوار قمیض پہنے کرسی پر یوں بَیٹھا جیسے بااختیار ہونے کا احساس اُس کے کندھے پہ لگا ہو۔ اُس کی آواز تک بدل چکی تھی، اُس میں گھسا ہوا سا کھردرا پن آ گیا تھا جیسے مستقل طور پہ گلا بَیٹھا ہوا ہو۔ اُس شخص کی جون بدل چکی تھی۔

تو گویا تمہیں۔۔۔۔" اعجاز نے بات شُروع کی، پھر فوراً اَپنی تصحیح کی، "آپ کو میرے سارے کیریَر کا علم ہے۔"

جواب میں بشیر نے اُسے دیکھتے ہُوئے دوبارہ آہستہ آہستہ سَر ہلا کر اِتفاق کیا۔

"مگر نہ کوئی خط نہ پتر،" اعجاز نے کہا "نہ کوئی اَپنے شہر کا چکر۔"

چند لحظے تک بشیر لبوں پہ ہلکی سی مُسکراہٹ لِئے اَپنے سامنے میز پر دیکھتا رہا، پھر اُس نے آنکھیں اُٹھائیں۔ "چھوڑو اِن باتوں کو۔ یہ بتاؤ، میری ایک بات مانو گے؟"

"کیوں نہیں،" اعجاز خوشدلی سے بولا۔

"ہمیں ذرائع ابلاغ میں پڑھے لکھے لوگوں کی ضرورت ہے۔"

"لیبر میں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں پارٹی میں۔ مگر اُس میں لیبر بھی آ جاتی ہے۔ ایک قومی اخبار شروع کیا جا چکا ہے۔ صوبائی سطح پر پارٹی ایک اخبار نکالنا چاہ رہی ہے، تاکہ آپوزیشن پریس کے پراپیگنڈے کا تدارک کیا جا سکے۔"

"مگر میں۔۔۔۔" اعجاز توقف سے بولا، "میں نے اخبار کا کام کبھی کیا ہی نہیں۔"

"اِس کام میں کیا ہوتا ہے،" بشیر نے ہاتھ ہِلا کر کہا، جیسے اَپنے سامنے کی ہوا کو پرے ہٹا رہا ہو۔ "اخبار تو روز پڑھتے ہو ناء، اَور تقریریں بھی لکھتے ہو۔ بس وہی کچھ ہوتا ہے۔" ملحقہ کمرے کا دروازہ کھلا اَور ایک عورت ہاتھ میں چند کاغذات لِئے داخل ہوئی۔ اعجاز نے ایک لحظے کو سر موڑ کر اُسے دیکھا اَور پھر بشیر کی جانب متوجہ ہوا۔ مگر اگلے ہی لمحے وہ ایک بار پھر حیرت کے مارے کرسی سے اُٹھ کھڑا ہو گیا۔

کنیز کی صورت میں زیادہ فرق نہ آیا تھا، صرف بدن میں کچھ فربہی آ گئی تھی۔ البتہ اُس کی چال بدل گئی تھی۔ اب وہ زمین پر اِس طرح کھل کر قدم رکھتی جیسے اُسے زمین پر اَور اپنے اگلے قدم پر مکمل اعتبار ہو۔ اِس کے باوجود اُس کے چہرے پر بشیر کی سی کرختگی نہ آئی تھی۔ اعجاز کو دیکھ کر وہ تمام سفید دانت نکال کر مُسکرائی۔

"کنیز۔" اعجاز ہولے سے پکارا۔

"ملک اعجاز،" کنیز بولی، "راضی خوشی ہو؟"

"ہاں کنیز،" اعجاز نے یوں جواب دیا جیسے خواب کی حالت میں ہو۔

کنیز نے جلدی سے ہاتھ والا کاغذ بشیر کو پکڑایا۔ "یہ خوش دل لغاری کا قصہ ہے،" وہ بولی اَور میز کے گِرد چلتی ہُوئی آ کھڑی ہُوئی۔ "کیا حال چال ہے۔"

"ٹھیک۔۔۔" اعجاز کے گلے میں تھوک پھنس گیا۔ اُس نے کھانس کر گلا صاف کیا۔ "ٹھیک ٹھاک ہُوں۔ تم کیسی ہو؟"

"مجھے،" کنیز نے ہنس کر ہاتھ پھیلائے، "تُم دیکھ ہی رہے ہو۔" اُس کی آواز میں اعتماد تھا۔ اُس کی آنکھوں میں بیباکی اَور ہونٹوں کے گِرد کی جلد میں وہی پُرانی ملائمت تھی۔ اُس نے سفید سلکی کپڑے کا سوٹ پہنا ہوا تھا اَور سیاہ رنگ کا باریک دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا۔ فربہی اُس کے جسم کے خم مندمل نہ کر سکی تھی۔ اُس کی چھاتی میں وہی رعنائی اَور اُٹھان تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"چوہدری بشیر کا بلاوا آیا تھا" اعجاز نے کہا۔

"ہاں" کنیز بولی، جیسے کہ یہ بات اُس کے علم میں ہو۔ "رہو گے؟"

"آج واپس چلا جاؤں گا۔"

اعجاز نے کنکھیوں سے دیکھا کہ کنیز کو اُس کے ساتھ باتیں کرتے ہُوئے دیکھ کر بشیر کرسی میں بَیٹھا بَیٹھا کسمسایا، مگر ہاتھ میں پکڑے ہُوئے کاغذ پر جھکا رہا۔

"اچھا" وہ ہاتھ کے اشارے سے بولی، "میں اُس کمرے میں ہُوں۔ مل کر جانا۔"

"ضرور۔"

"دیکھو گولی نہ دے جانا۔" کنیز جاتے ہُوئے بولی۔"

"کیا؟"

وہ ہنسی۔ "یہ کراچی کی زُبان ہے۔ مطلب ہے کہ وعدہ کر کے غائب نہ ہو جانا۔"

"نہیں نہیں۔ مل کر جاؤں گا۔"

اعجاز اُسے فرش پار کر کے دُوسرے کمرے میں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ کنیز سے اعجاز کا واسطہ وقتوں تک رہا تھا، مگر اُس کی یاد میں کنیز کے دو ہی رُوپ محفوظ تھے، ایک پہلا، جب وہ ڈھیلا سا کرتہ پہنے، ننگے پاؤں سڑک کے بیچ کھڑی واویلا کر رہی تھی، اَور دوسرا علی احمد کے گھر صحن کا جہاں وہ ایک لاش کی مانند سوزنی سے ڈھکی پڑی تھی۔

جب وہ نظر سے اوجھل ہو گئی تو اعجاز کرسی پر بَیٹھ گیا۔

"کنیز ہمارے بانڈڈ لیبر کے سیکشن میں ہے،" بشیر نے کہا۔

چند منٹ کے بعد بشیر نے ایک کاغذ لے کر اُس پہ لکھنا شُروع کیا۔ دو چار سطریں لکھ کر کاغذ کو پلٹا اَور چند سطریں دُوسری طرف تحریر کیں۔ پھر اُس نے کاغذ سیدھا کر کے اعجاز کو پکڑا دیا۔

"لاہور میں اِن صاحب سے جا کر مل لو۔ نام اَور پتہ لکھ دیا ہے۔ دُوسری طرف میرا کراچی کا پتا ہے۔ ضرورت پڑے تو خط لکھ دینا۔"

اعجاز نے دیکھا کہ اچانک بشیر کے لہجے میں اُکتاہٹ نما تھکن کی جھلک آ گئی تھی، جیسے کہ وہ اِس ملاقات کو اب ختم کرنا چاہتا ہو۔ اعجاز نے کاغذ پڑھے بغیر تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا اَور اُٹھ کھڑا ہوا۔ بشیر نے بَیٹھے بیٹھے میز پر آگے جھک کر اُس سے ہاتھ ملایا۔ اعجاز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رخصت ہو کر درمیانی دروازے کی جانب بڑھا تو بشیر بولا، "اِس کمرے کا دروازہ برآمدے میں بھی ہے۔"

اعجاز باہر برآمدے میں نِکل گیا۔ اُس نے ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ ایک ادھیڑ عمر عورت نے دروازہ کھولا۔ اندر سے کنیز نے اعجاز کو دیکھ لیا۔

"آؤ ملک اعجاز، آ جاؤ" وہ آواز دے کر بولی۔

اُس کے ساتھ والی کرسی پر ایک خوش شکل جوان عورت بیٹھی تھی۔ کنیز نے اُس کی طرف دیکھ کر ابرو سے ہلکا سا اشارہ کیا۔ لڑکی مشینی کل کی طرح اُٹھی اور اپنی کرسی اعجاز کو پیش کر کے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

"اور کیا خبر ہے،" کنیز نے کہا۔ "علاقہ کیسا ہے؟"

"جیسا تھا ویسا ہی ہے۔" اعجاز نے بتایا۔

"کچھ نہ کچھ فرق تو آیا ہو گا۔ اِتنی مدت ہو گئی ہے۔"

"ہاں،" اعجاز نے کہا۔ اُس کا خُون یورش کر رہا تھا اور دِل کی کوئی کوئی دھڑکن تلف ہو رہی تھی۔ اُس سے پُوری بات نہ ہو پا رہی تھی۔ وہ مختصر سی بات کر کے چپ ہو رہتا۔

"سنا ہے تم بڑے زمیندار ہو گئے ہو،" کنیز نے کہا۔

"چھوٹا زمیندار۔ جیسا پہلے تھا۔"

کنیز نے نفی میں لمبا سر ہلایا۔ "ہمیں سب خبر ہے ملک اعجاز۔ مگر خوشی کی بات ہے کہ تم نے یونین کا کام نہیں چھوڑا۔"

اعجاز کی حیرت نہ ٹھہرتی تھی۔ کنیز کی زُبان بھی سدھر گئی تھی۔ "جو ہو سکتا ہے کرتا ہوں۔"

"بس ذرا احتیاط سے رہو۔"

"احتیاط سے؟"

"ہاں۔" کنیز ٹکٹکی باندھے اُسے دیکھتے ہُوئے بولی۔

اُس کمرے کے اندر کرسی پر بیٹھے بیٹھے اعجاز کی بے چینی بڑھ رہی تھی۔ کنیز کو دیکھ دیکھ کر اُسے کھلی جگہوں کا تصور آ رہا تھا۔ کنیز اُس کی کیفیت کو بھانپ کہ اُٹھ کھڑی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئی۔

"چلو باہر نِکلتے ہیں۔ اندر تو حبس نے جان نکال دی ہے۔"

دونوں برآمدے میں چلتے چلتے عمارت سے باہر چھوٹے سے خُشک لان میں نِکل آئے۔ کھلی ہوا میں سانس لے کر اعجاز کا جی ٹھہرنے لگا۔

"تمہارا ایک بیٹا تھا ناء؟" اعجاز نے پُوچھا۔

"فوج میں بھرتی ہو گیا ہے۔ میں نے بڑی کوشش کی کہ پڑھ لکھ جائے، مگر پڑھائی میں اُس کا جی نہ لگا۔ مگر مجُھے چھوڑ کر نہیں گیا۔ جب بھی اسے چھٹی ملتی ہے پہلے میرے پاس آتا ہے۔" وہ ایک لحظے رُکی، پھر بولی "دیکھو، زندگی ہو تو آدمی کبھی نہ کبھی مل ہی لیتا ہے۔"

"ہاں۔"

"تمہاری بڑی مہربانی ملک جی، تم مجُھ سے ملنے کو رُک گئے۔"

"تُم ہمیشہ مجُھ سے یہی کہتی رہتی ہو،" اعجاز نے کہا۔

"کیا؟"

"بڑی مہربانی، بڑی مہربانی،" اعجاز ہنس کر بولا۔ "مہربانی کی کیا بات ہے؟" کنیز آہستہ سے ہنس کر سوچ میں پڑ گئی۔ قریب سے ایک ریل گاڑی گرجتی ہُوئی گزُرنے لگی۔ جب وہ گزُر چکی تو کنیز بولی،

"ایک زمانہ ہو گیا۔ پتا نہیں تمہیں یاد بھی ہے یا نہیں۔ مگر اُدھر تمہارے علاقے میں بڑے بڑے ملک تھے، چوہدری تھے، مربعوں والے، جائیدادوں والے، بڑی شانوں والے تھے۔ مجُھے پکڑ کر لے جاتے، اپنے جسموں کو میرے اُوپر رگڑتے جیسے اندر گھس جانا چاہتے ہوں، میری زُبان اپنے مُنہ میں رکھ کر چوستے۔ اب اس کے بعد پیچھے کچھ رہ جاتا ہے؟"

اعجاز کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ وہ گونگوں کی طرح کنیز کو دیکھتا رہا۔ کنیز سر جھٹک کر بولی،

"مگر نہیں۔ میرے ہاتھ کی پکی ہُوئی روٹی نہیں کھاتے تھے۔ جِس گلاس میں پانی پیتی تھی اُسے مانجھ کر ایک طرف رکھ دیتے تھے۔ ایک مدت ہُوئی اِس بات کو، مگر ملک اعجاز، تم نے میری پکائی ہُوئی ہی نہیں، میرے دانت کی کاٹی ہُوئی روٹی میرے ہاتھ سے لے کر کھائی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھی۔ یہ تمہاری مہربانی تھی ملک جی جو مجھے کبھی نہیں بھولتی۔ یاد ہے؟"

جواب میں اعجاز نے آہستہ سے سر ہلا دیا۔

کنیز ہنس دی۔ "چلو چھوڑوں اِن باتوں کو۔ تمہارے مُنہ میں تو زُبان نہیں رہی۔ تم ایسی ایسی باتیں کیا کرتے تھے۔ زندگی رہی تو پھر ملاقات ہوگی۔ اب میں جاتی ہُوں۔"

اعجاز کا جی چاہنے لگا کہ وہ کنیز کو اپنے بازوؤں میں لے لے۔ مگر وہ پلٹ کر جا رہی تھی۔

"اَرہاں،" وہ ایک لمحے کو رُک کر بولی، "ذرا دیکھ بھال کر رہنا۔ اپنا خیال رکھنا۔"

اعجاز اُس کھردرے خشک گھاس والے لان میں کھڑا ایک لمبی سی بال گاڑی کو گزرتے ہُوئے دیکھتا رہا۔ پھر وہاں سے چل پڑا۔

لکشمی چوک سے ہوتا ہوا اعجاز منٹگمری روڈ پر ہولیا۔ ایک دودھ دہی کی دکان کے ساتھ تنگ سا دروازہ تھا جہاں سے سیمنٹ کی سیڑھیاں سیدھی اُوپر چڑھتی ہُوئی دکھائی دے رہی تھیں۔

"ایڈریس تو یہی ہے،" دکاندار کے لڑکے نے اعجاز کے ہاتھ سے کاغذ لے کر پڑھا۔ "اُوپر چلے جائیں۔"

اعجاز نے دروازے کے اندر جھانک کر دیکھا تو دکاندار بولا، "اُوپر چڑھ جاؤ چوہدری جی۔ دفتر شفتر ہیں، بے فکر ہو کر جاؤ۔ آدمی آتے جاتے رہتے ہیں۔"

اعجاز پُوچھتا پاچھتا ہوا تیسری منزل پر جا پہنچا۔ وہاں ایک ہی کمرہ تھا۔ بیچ میں ایک میز رکھی تھی جس کے گِرد چار کرسیاں تھیں۔ سب سے اچھی دفتری کرسی پر ایک معتبر قسم کا آدمی چشمہ لگائے بیٹھا تھا۔ باقی تینوں کرسیوں پر تین جوان آدمی بیٹھے اخباریں پڑھ رہے تھے۔ کمرے کی حالت خستہ تھی۔ دیواروں پر گرد کی موٹی تہہ جمی تھی۔ دو کھڑکیوں کے مُتعدّد شیشے ٹُوٹے ہُوئے تھے جن کی جگہ پر گتے اٹکا کر ہوا بند کی گئی تھی۔ فرش پر بوسیدہ سا قالین بچھا تھا۔ کمرے کی فضا کسی قصبے کی میونسپل لائبریری سے ملتی جلتی تھی۔ اعجاز نے کاغذ پر لکھا ہوا نام دُہرا کر پُوچھا، "سید قمرالاسلام آپ ہیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جی میں ہی ہوں،" معتبر آدمی نے شائستگی سے جواب دیا۔

اعجاز نے رقعہ اُس کے ہاتھ میں دے دیا۔ "بی۔اے۔چوہدری صاحب نے مجھے آپ سے ملنے کو کہا تھا۔"

"بی۔اے۔چوہدری؟" قمرالاسلام نے کاغذ پڑھ کر پُوچھا۔ "میرا نام اَور پتہ تو درست ہے۔ مگر یہ بی۔اے چوہدری کون ہیں؟"

"دوسری طرف لکھا ہوا ہے۔" اعجاز نے کہا۔

قمرالاسلام نے کاغذ پلیٹ کر پڑھا۔ اُس کے چہرے پر مُسکراہٹ پیدا ہُوئی۔ "اچھا بشیر،" وہ بے تکلفی سے بولا۔ "اب بی۔اے۔ چوہدری بن گیا ہے؟" وہ کچھ دیر تک بے خیالی سے کاغذ کو اُنگلیوں میں مسلتا رہا۔ "اُنہوں نے کچھ عندیہ دیا کہ کس سلسلے میں آپ کو یہاں بھیج رہے ہیں؟"

"کہہ رہے تھے،" اعجاز جھجکتا ہوا بولا، "آپ اخبار نکال رہے ہیں۔"

"ہاں،" قمرالاسلام نے مُنہ سے اِستہزائیہ آواز نکالی اَور طنزیہ مُسکراہٹ سے تینوں لڑکوں کی جانب دیکھا۔ لڑکے پڑھے لکھے نوجوان معلوم ہوتے تھے۔ تینوں چھت کی طرف آنکھیں اُٹھا کر مُسکرائے اَور دوبارہ خاموشی سے اخبار پڑھنے لگے۔

"بھئی اخبار نکلنے کی خبر تو ہم نے بھی سن رکھی ہے" قمرالاسلام نے کہا۔

نوجوانوں میں سے ایک ہنس پڑا۔

"معاف کیجئے گا، مَیں نے آپ کا نام نہیں پُوچھا،" قمرالاسلام نے کہا۔

"محمد اعجاز۔"

"محمد اعجاز صاحب، تشریف رکھیئے۔ بھئی ان کے لِئے کرسی چھوڑو۔"

سب سے کم عمر لڑکا کرسی سے اُٹھ کر ساتھ رکھی نیچی سی تپائی پہ بیٹھ گیا۔

"آپ لیبر موومنٹ میں رہے ہیں؟" قمرالاسلام نے پُوچھا۔

"جی ہاں۔"

قمرالاسلام سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھتا رہا۔ اعجاز نے مختصراً اپنے کام کے حالات بتائے۔

"ماشاء اللہ، ماشاء اللہ۔" تھوڑی دیر تک قمرالاسلام اخبار کے ورق پڑھے بغیر اُلٹتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پلٹتا رہا، جیسے کچھ سوچ میں ہو۔ پھر چہرہ اُٹھا کر ایک لحظہ اعجاز کو دیکھتا رہا۔ اب اُس کے لبوں سے مُسکراہٹ غائب تھی اَور ابرو پہ ہلکی سی شکن تھی۔

"بشیر صاحب کو میں جانتا ہُوں۔ وہ ہیَں تو لیبر کے آدمی، مگر ہوشیار آدمی ہیں۔ اُنہوں نے آپ کو یہاں بھیجا ہے تو کچھ سوچ کر بھیجا ہوگا۔ مگر میں آپ کو اندھیرے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ ہم لوگ تین ماہ سے یہاں بیٹھے ہیَں۔ آج فنڈز آتے ہیَں کہ کل آتے ہیں۔ پہلے پلان بنا کہ ہفتہ وار نکالیں، پھر روزنامے کا فیصلہ ہوا۔ اِرادے بلند ہوتے جا رہے ہیَں، فنڈز کم ہوتے جا رہے ہیَں۔ لیبر کا معاملہ تو پھر بھی ٹھیک ہے، اصلاحات ہونے والی ہیَں، یا ہو رہی ہیَں۔ اُدھر تو ووٹوں کا معاملہ ہے۔ اِدھر کیا ہے؟ پیسے لگائے جاؤ اَور انتظار کرو۔ ہم کر رہے ہیَں۔ جب پیسے ملیں گے تو ہم کام کریں گے اَور دُوسرے انتظار کریں گے۔ یہ لانگ ٹرم معاملہ ہے۔ عین ممکن ہے کہ آپ جرنلزم کے لِئے موزوں ترین آدمی ہُوں۔ مگر لیبر پالیٹکس میں اَور اِس کام میں کوئی قدر مشترک نہیں۔ میری طرف دیکھئے۔ میں پارٹی کا بانی رُکن ہُوں۔"

دیکھتے ہی دیکھتے قمرالاسلام کے چہرے کی کیفیت، اُس کا لہجہ اُس کے جسم کا اَنداز تک سراسر بدل گیا۔ وہ پُرسکون شائستگی کا تاثر ہوا ہوگیا۔ اُس کے چہرے پر ہراسانی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ باتیں کرتے کرتے اُس کی تھوک کے ننھے ننھے گولے اُس کی باچھوں میں اٹک گئے تھے اَور ان کی لیس لبوں کی حرکت کے ساتھ بار بار شکلیں تبدیل کر رہی تھی۔ اُس کے ہاتھوں میں مہین سی کپکپاہٹ رواں تھی۔ دُوسری کرسیوں پر بیٹھے ہوئے لڑکے کسمسا کر اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ ایک جا کر کونے میں رکھی ہُوئی تپائی پر پڑے چائے کے برتنوں کو اُلٹنے پلٹنے لگا۔ دُوسرا کھڑکی میں جا کھڑا ہوا اَور جھک کر نیچے سڑک کو دیکھنے لگا۔ تپائی پر بیٹھا ہوا لڑکا اخبار سامنے پھیلائے آنکھوں کے کونوں سے قمرالاسلام کو تاکنے لگا۔ ان کے اَنداز سے ظاہر تھا کہ وہ قمرالاسلام کی اِس کیفیت سے آشنا تھے اَور اس کے گزرنے کا اِنتظار کر رہے تھے۔

"میں پارٹی کا۔۔۔۔" قمرالاسلام نے دُہرا کر کہنا شروع کیا، "بانی ممبر ہوں، اَور یہاں تین مہینے سے بیکار بیٹھا ہوا ہُوں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟"

"جی؟" اعجاز نے پُوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ کے خیال میں،" قمرالاسلام آگے جھک کر نیم رازداری سے بولا، "کیا پارٹی نے مجھے کھڈے لائن لگا دیا ہے؟"

"نہیں جی،" اعجاز سراسیمگی سے ہنس کر بولا۔ "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔"

قمرالاسلام نے اُس کی بات سنی اَن سنی کر دی۔ "میں ریوولیو شنری ہوں۔ ابھی صبر سے اِنتظار کر رہا ہوں۔ ایک بار طے ہو گیا کہ اُنہوں نے مجھے ایک طرف کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے تو پھر دیکھنا، اُن کے دماغ ٹھکانے لگا دوں گا۔ ایسا اُدھم مچے گا کہ یہ سارے چوہے چمچے جو پارٹی کے گِرد جمع ہو گئے ہیں دُم دبا کر بھاگ جائیں گے۔ ان لوگوں کی کیا کومٹ منٹ ہے؟ میں،" وہ مٹھی ہوا میں بلند کر کے گرجا، "ریوولیوشن کا آدمی ہوں۔" پھر اُس نے ہاتھ کھول کر دھم سے میز پر مارا۔ "اِن کو چھٹی کا دودھ یاد کرا دوں گا۔"

اُس کے زرد رنگ چہرے کی کیفیت دیکھ کر اعجاز کی بے چینی بڑھنے لگی۔

"چل یار،" قمرالاسلام نے چشمہ اُتارا اَور رومال سے اُس کے شیشے صاف کرتے ہُوئے ایکدم اَپنا مزاج تبدیل کر کے لڑکے کو مخاطب کیا۔

"اعجاز صاحب کو چائے پلا۔" اعجاز اُٹھ کھڑا ہوا۔ "میں اِس وقت چائے نہیں پیتا، مجھے تکلیف دیتی ہے۔ بہت بہت شکریہ۔ دراصل مجھے ایک ضروری کام سے جانا ہے۔ اجازت دیجئے۔"

"ارے نہیں بھئی، آپ کو بشیر نے، اوہ معاف کیجئے گا" وہ طنز سے بولا، "بی۔اے۔ چوہدری، جائنٹ اسسٹنٹ سیکرٹری صاحب نے اِتنی دُور سے بھیجا ہے۔ ہم آپ کی کوئی تواضع نہیں کر سکے۔"

"میں یہیں سے آیا ہوں۔"

"اچھا؟ ہاں ہاں، آپ نے بتایا تو تھا۔ بہرحال، جہاں تک آپ کا تعلق ہے، ویلکم، جائن دا کلب۔"

"پھر آؤں گا۔ جلدی کی کیا بات ہے؟ اب اجازت لیتا ہوں۔ آپ کا بہت شکریہ۔"

سہ پہر آخری دموں پہ تھی جب اعجاز اَپنے دفتر میں داخل ہوا۔ اُس نے دو ڈھائی دِن کے بعد دفتر میں قدم رکھا تھا۔ اُس کی کرسی پر مرزا عبدالرشید بیٹھا تھا۔ یہ شخص

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو لوہار خاندان سے تعلق رکھتا تھا، ایک عرصے سے مزدور تنظیموں میں پیش پیش رہا تھا، گو ایک جگہ پر ٹک کر کام نہ کرتا تھا، ایک ہی شہر کے اندر حلقے تبدیل کرتا رہتا تھا اور کبھی دُوسرے شہر کو چلا جایا کرتا تھا۔ شُروع سے ہی اُس نے کسی نہ کسی وجہ سے اعجاز کے خلاف ایک گروپ بنا لیا ہوا تھا، گو اعجاز کی حیثیت کے مقابل وہ کبھی کھل کر سامنے کھڑا نہ ہُوا تھا، اَور مُنہ پر وہ ہمیشہ اعجاز کے احترام کا خیال رکھتا تھا۔ اعجاز کو اُس کی حرکتوں کو علم تھا، مگر اُصولی طور پر وہ مرزا رشید کی مخلص خدمات کے پیش نظر اُس کا لحاظ رکھتا تھا۔

مرزا رشید اَپنے چند ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ اُس نے اُٹھ کر اعجاز سے ہاتھ ملایا، مگر اُس کے لِئے کرسی خالی نہ کی۔ اعجاز کا ماتھا ٹھنکا۔ رشید دوبارہ اُس کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ باقی لوگ کھڑے رہے۔ مرزا رشید نے دُوسری کرسی کی جانب اشارہ کر کے اعجاز کو بیٹھنے کی دعوت دی۔

"بیٹھو ملک اعجاز، اب تو تم بڑے آدمی بن گئے ہو۔"

اعجاز سنبھل کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ "کیا بن گیا ہوں شیدے،" اُس نے پوچھا۔

"جرنلسٹ بن گئے ہو جناب۔ ہمیں لِیڈ کرنے والوں میں شامل ہو گئے ہو۔"

"تُم سے کِس نے یہ کہا ہے؟"

"واہ مَلک صاب، ہم کوئی اتنے ہی بے خبر ہیں؟"

"میں کوئی جرنلسٹ ورنلسٹ نہیں بنا۔ تم سے کسی نے غلط کہا ہے۔"

"اچھا؟ پھر کیا کرنے کے اِرادے ہیں؟"

"کیا مطلب؟"

رشید نے چپکے سے ایک ٹائپ شدہ کاغذ میز کے دراز سے نکال کر اعجاز کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ یہ صوبائی ہیڈ کوارٹر سے مرزا عبدالرشید کے نام خط تھا جس میں ہدایت درج تھی کہ وہ ملک محمد اعجاز کے حلقے کا چارج سنبھال لے، کیونکہ ملک محمد اعجاز نے۔۔۔۔ اگلے چار اَلفاظ نے اعجاز کا لہو اُس کے سَر کو چڑھا دیا۔۔۔۔۔ "استعفیٰ دے دیا ہے۔" غُصیلے خُون کی یورش سے ایک لمحے کو اعجاز کی نظروں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اُس نے سَر کو آہستہ سے جھٹک کر نظر صاف کی اَور کاغذ رشید کو واپس دے دیا۔ ساتھ ہی اُسے یہ احساس ہوا کہ اب اُس کی عزت کا سوال تھا۔ اگر وہ اِس بات سے لاعلمی ظاہر کرتا تو اُس کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہٹی ہوتی تھی۔ اِرادے کی پُوری قوّت کو بروئے کار لا کر اُس نے اَپنے جذبات کو قابو میں کیا۔

"میرا خیال تھا" وہ ہنس کر بولا، "معاملہ شاید اندر ہی اندر طے ہو جائے گا۔"

"واہ مَلک صاب، آخر ہم بھی اَیسے بے تعلق تو نہیں۔ ہمیں پتا تھا یہاں سے اُٹھ کر آپ قومی محاذ پر ہی جائیں گے۔" رشید نے نچلے دراز سے دو فائلوں کا پلندہ نکالا۔ "یہ کچھ آپ کے ذاتی کاغذات ہیں۔ میں نے احتیاط سے فائلوں میں بند کر دیئے ہیں۔ اب ذرا ہمارا بھی خیال رکھیئے گا۔ کبھی کبھی اخبار میں ہمارا ذکر بھی آ جائے۔ کوئی تصویر شصویر چھپ جایا کرے۔ آخر ہم نے بھی خدمت کی ہے۔"

"کیوں نہیں، شِیدے،" اعجاز اُٹھتے ہُوئے بولا، "تُو تو بڑا فعال آدمی ہے۔"

فائلیں بغل میں لِئے اعجاز دفتر سے نِکل کر سوچے سمجھے بغیر مختار ڈوگر کے گھر کی جانب چل پڑا۔ مختار ڈوگر کی نئی کار جو اُس نے حال ہی میں خریدی تھی، باہر کھڑی تھی۔

"ڈوگر صاحب ہیں؟" اعجاز نے ملازم سے پُوچھا۔

"ہیں، مَلک صاب۔"

"اُن کو اطلاع دو۔"

طویل انتظار کے بعد ملازم اندر سے لوٹا۔ "جی ڈوگر صاب تو گھر پر نہیں ہیں،" اُس نے بتایا۔

"ابھی تُو نے کہا تھا کہ ہیں۔"

"جی کوئی آدمی آئے تھے، اُن کے ساتھ پچھلے دروازے سے نِکل گئے ہیں۔" ملازم کے چہرے پہ صاف لکھا تھا کہ جھوٹ بول رہا ہے۔

اعجاز وہاں سے چلا تو قدرتی طور پہ اُس کے قدم منظور کے گھر کی جانب اُٹھنے لگے۔ سالہا سال کے بعد پہلی بار اُسے احساس ہو رہا تھا کہ زمین اُس کے پاؤں تلے سے سرک رہی ہے، اَور وہ لاعلم تھا کہ یہ معاملہ آخر کیا تھا۔

منظور کے بھائی کو ڈاکٹروں نے مستقل خواب آور دوائیاں کھلا کر سلا رکھا تھا۔

"پہلے سے بہت بہتر ہے،" منظور نے بتایا۔ "صبر میں ہے۔ ذہن بھی کچھ نہ کچھ صاف ہوتا جا رہا ہے۔ آپ کو یاد ہے پچھلی اتوار کو اِس نے آپ کو پہچان لیا تھا؟ ایسا لگتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کہ کبھی کبھی صاف نقشے آتے ہیں، پھر مٹ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر کہتے ہیں یہ اچھی سائن ہے۔ انشاء اللہ سو فیصدی ہو جائے گا۔ مجھے اپنے قریب سے ہلنے نہیں دیتا۔ ڈاکٹر کہتے ہیں یہ بھی اچھی سائن ہے، کم از کم کسی کو تو مستقل پہچانتا ہے۔ میں اُٹھ کر لٹرین بھی جاؤں تو شور مچا دیتا ہے۔ اور ملک جی، کام کیسا چل رہا ہے؟"

"میں نے کام چھوڑ دیا ہے منظور۔"

"ہیں؟" منظور اُچھل پڑا۔ "کیوں؟"

"نہیں، یہ بات نہیں۔ اصل میں مجھے فارغ کر دیا گیا ہے۔"

"کیوں؟ کس نے کیا ہے؟ دفتر بند ہو گیا ہے؟"

"دفتر تو کھلا ہے۔ مرزے شیدے نے سنبھال لیا ہے۔"

"شیدے تلوار نے؟" منظور جوش میں چارپائی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "یہ شیدے کی کرتوت ہے۔ اُس سازشی کو نہیں چھوڑوں گا۔ اُس کی ماں کی تلوار اُس کی پیٹھ میں گھسیڑ دوں گا۔"

"بیٹھ جاؤ، منظور،" اعجاز نے اُسے ہاتھ سے پکڑ کر بٹھایا۔ "اُس کا قصور نہیں ہے۔"

"آپ اُسے نہیں جانتے ملک جی، سازشی ہے مادر چود۔ میری ایک بات مانو ملک جی، میری زندگی تو اب کچھ بھی نہیں رہ گئی،" منظور کی آنکھوں میں آنسو تھے، "بس ایک بار ہاں کہہ دو، میں اُسے آج ہی ختم نہ کر دوں تو اپنے باپ کا تخم نہیں۔"

"میری بات سنو منظور، خواہ مخواہ ایسے کلمے مُنہ سے نہ نکالو۔ شیدے نے کچھ نہیں کیا۔ اُسے اُوپر سے حکم ملا ہے۔ یہ سارا کام بشیر ارائیں نے کیا ہے۔"

"بشر رائیں؟ وہ کون ہے؟"

"تم اُسے نہیں جانتے۔ کئی سال پہلے وہ یہاں ہوا کرتا تھا۔ اب بڑا صاحب بن گیا ہے۔"

"آپ سے اُس کی دشمنی ہے؟"

"نہیں۔"

"پھر اُس نے آپ کے ساتھ برائی کیوں کی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"میرا تو دِل کہتا ہے یہ شیدے کی کرتوت ہے۔ ایک بار مجھے جانے دیں، اُلٹا لٹکا کر بکوالوں گا۔"

"اُونہوں،" اعجاز نے منع کیا۔ "اِس بات کا مجھے خُود ہی پتا لگانا ہے۔"

اعجاز کا جی وہاں سے اُٹھ کر کہیں جانے کو نہ کر رہا تھا۔ وہ آدھی رات تک منظور کے پاس بیٹھا رہا۔ آخر اُس نے گھڑی کا وقت دیکھا اَور اُٹھ کھڑا ہوا۔

"رات تو نِکل گئی ہے ملک جی، اب کہاں جاؤ گے۔ سائیکل بھی آپ کے پاس نہیں ہے۔ یہیں رہ جاؤ۔"

"نہیں منظور، میں رات کی گاڑی سے ملتان جا رہا ہُوں۔"

"ملتان؟ کیا کرنے؟"

"وہاں کچھ لوگوں سے ملنا ہے۔ کل آ جاؤں گا۔ یہ فائلیں تم اَپنے پاس رکھ لو۔"

سٹیشن سے اعجاز گاڑی میں سوار ہوا تو اُس کے خیال میں کوئی بات نہ آ رہی تھی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کسی نے اُس کے دماغ میں چمچہ پھیر کر اُسے گڈمڈ کر دیا ہو۔ ریل گاڑی میں تھوڑی دیر کو تھکاوٹ نے اُسے آ لیا، اَور اُس کی آنکھ لگ گئی۔ جب وہ جاگا تو اُس کا ذہن کسی حد تک صاف تھا۔

اَور اُس میں وہی ایک سوال کھٹک رہا تھا، جیسے خالی برتن میں کنکر کھڑکتا ہو۔ کیوں؟ آخر کیوں؟ وجہ کیا تھی؟ اِس معاملے کی تہہ میں کیا تھا؟ پولیس کے ساتھ میری کھٹ بٹ پہلے بھی کئی بار ہو چکی ہے۔ یہ یونین کے کام کا ایک حصہ ہے۔ ہم اَور وہ۔ مزدور اَور پولیس۔ پھر اَور کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ کنیز؟ وہ کنیز کو میرے ساتھ باتیں کرتے ہُوئے دیکھ کر کسمسایا تو تھا۔ مگر نہیں، یہ فیصلہ تو پہلے کا ہو چکا تھا۔ کیا بشیر مجھ سے حسد کرتا ہے؟ کنیز کے ساتھ میرے سابقہ تعلقات کی بنا پر؟ یا اَپنی پُرانی خفتیں مٹانے اَور نئی حیثیت کو ثابت کرنے کے لئے؟ ان میں سے کوئی بات بھی دُور از کار نہیں تھی۔ آخر آدمیوں کے دِلوں کے بھید کون جانتا ہے۔

ریلوے یونین کی عمارت میں قدم رکھ کر اعجاز سیدھا بشیر کے کمرے تک گیا اَور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ بشیر کے پاس چار آدمی کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ سب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چائے پی رہے تھے اَور بظاہر خوش گپیوں میں مشغول تھے۔ اعجاز میز کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بشیر کچھ کہے بغیر سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھنے لگا۔ "میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں،" اعجاز نے کہا۔

"بیٹھ جاؤ،" بشیر نے ایک خالی کرسی کی جانب اشارہ کرکے کے کہا۔ "ابھی فارغ ہو جاتا ہوں۔"

"میرے پاس وقت نہیں ہے،" اعجاز سختی سے بولا۔ "مجھے واپس جانا ہے۔"

بشیر اُس کے تیور دیکھ کر اَپنے چاروں مہمانوں سے مخاطب ہو کر بولا، "اچھا، پھر ملاقات ہوگی۔ جو باتیں ہُوئی ہیں میں نے نوٹ کر لی ہیں۔ کوئی اَور بات ہُوئی تو مجھے مطلع کر دینا۔ ویسے اِنشاء اللہ سب کام ٹھیک ہو جائے گا۔"

بشیر نے بیٹھے بیٹھے آگے جھک کر چاروں سے ہاتھ ملایا۔ جب وہ رخصت ہو کر کمرے سے نکل گئے تو اعجاز بولا، "میں نے استعفیٰ نہیں دیا۔ کس نے دیا ہے؟"

"بھئی بیٹھ تو جاؤ۔ آرام سے بات کرتے ہیں۔ معاملہ کیا ہے؟"

"معاملہ کوئی نہیں،" اعجاز کرسی پر بیٹھتے ہُوئے بولا۔ "استعفیٰ کے بارے میں مجھ سے کچھ نہیں کہا گیا تھا۔ مگر لکھا گیا ہے کہ میں نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ اَور ایک دوسرے آدمی کو میری جگہ پر تعینات کر دیا گیا ہے۔"

"میرے خیال میں تو تھا کہ بھئی یہ کام تمہاری مرضی کے مطابق ہوا ہے۔ آخر تم نے لیبر کے علاوہ پارٹی کی سیاست میں بھی تو قدم رکھنا شروع کر دیا تھا۔ چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمہاری قابلیتوں کو صحیح طور پر استعمال ہونا چاہیے۔ لیبر کے لِئے ہمیں ایک ایسے آدمی کی ضرورت تھی جو صرف لیبر کا کام کرے۔ تمہارے لِئے زیادہ وسیع میدان کی ضرورت تھی جس میں تم اَپنے جوہر دکھا سکو۔ چنانچہ تمہیں وہ موقعہ مہیا کر دیا گیا۔"

"موقع مہیا کر دیا گیا؟ موقع مہیا کر دیا گیا؟؟" اعجاز نے غصے سے دُہرا کر کہا۔ "کیسا موقع مہیا کر دیا گیا؟ وہ جس جگہ تم نے مجھے بھیجا تھا وہ موقع مہیا کیا گیا تھا؟ نہ وہاں کوئی کام ہو رہا ہے نہ کاج ہو رہا ہے۔ تین چار لڑکے آتے ہیں جو اخباریں پڑھ کر اَور چائے پی کر چلے جاتے ہیں، اَور ایک نیم پاگل سا آدمی وہاں بٹھا رکھا ہے جو ریوولیوشن کی باتیں کرتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بشیر کے چہرے پر ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ پیدا ہوئی۔ "ہاں، انقلاب کی باتیں ہم سب کرتے آئے ہیں،" وہ ہولے سے بولا، جیسے اپنے آپ سے بات کر رہا ہو۔ "مگر اس کا سلیقہ کسے ہے؟ خیر، چھوڑو ان باتوں کو۔ مقصد یہ ہے کہ اسی واسطے تمہیں بھیجا تھا کہ وہاں جا کر آرگنائز کرو۔"

"نہ پیسہ نہ دھیلا،" اعجاز بولا، "آرگنائز کیا کروں؟ وہ جو وہاں بیٹھا ہوا ہے کہتا ہے کہ پارٹی کا بنیادی ممبر ہے۔ وہ میری سنے گا؟ میں کسی اخبار وخبار میں جانا نہیں چاہتا۔ میں وہ کام کروں گا جس میں میں نے عمر صرف کی ہے۔ میں نے کوئی استعفیٰ نہیں دیا۔ میرے ساتھ فریب ہوا ہے۔"

بشیر کا انداز یکدم بدل گیا۔ نہ وہ آنکھوں میں آشنائی کی جھلک رہی، نہ لہجے کی دوستی۔ اعجاز نے اس کیفیت کو یوں محسوس کیا جیسے تندلو کا جھونکا منہ کو لگتا ہے۔ وہ ٹکٹکی باندھے بشیر کو دیکھ رہا تھا اور اس نے محسوس کیا کہ پہلے روز جو اس نے سوچا تھا کہ بشیر کا رنگ ان سالوں کے دوران صاف ہو گیا تھا وہ محض پیلاہٹ تھی جو جلد کی سلوٹوں پر پھیلی ہوئی تھی، جیسے نعشوں کے چہرے پر ہوتی ہے۔ اب بشیر کی آنکھوں میں اور لبوں کے گرد وہ پتھر کی سی سختی پوری طرح نمایاں ہو گئی تھی جسے پہلے روز اعجاز نے محسوس کیا تھا۔

"یہ نہ میرا فیصلہ ہے نہ لیبر کے کسی آدمی کا،" بشیر بولا۔ "یہ ہائی کمان کا فیصلہ ہے۔"

"ہائی کمان؟ کس کی ہائی کمان؟"

"پارٹی کی ہائی کمان۔"

"میرے متعلق؟" اعجاز مستعجب ہو کر بولا۔ "میری کیا حیثیت ہے؟ کیا میری لیول پر پارٹی کی ہائی کمان فیصلہ کرتی ہے؟"

بشیر کی آواز کی سرد مہری اعجاز کی ہڈیوں سے آ ٹکرائی۔ "جہاں ڈسپلن کا سوال آتا ہے وہاں چھوٹے بڑے کی تمیز نہیں کی جاتی۔"

"میں نے کب ڈسپلن توڑا ہے؟"

بشیر نے ایک لمحہ توقف کیا، جیسے دل میں کوئی فیصلہ کر رہا ہو۔ "وہ تقریر جو تم نے مختار ڈوگر کے جلسے میں کی تھی۔ وہ تمہیں یاد ہے؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں۔"

"اُس میں تم نے کیا کہا تھا؟"

"وہی معمول کی باتیں، کہ عوام کے نام پر ہر کار مختار نے قوم کو دھوکہ دیا ہے، اِس لئے عوام کا نام آئندہ سے استعمال نہیں ہونا چاہئے۔"

"کیا یہ مناسب بات تھی؟"

"میرے خیال میں بالکل مناسب تھی۔ ایسی تقریریں پہلے بھی ہوتی رہی ہیں۔"

"درست،" بشیر نے کہا۔ "لیکن وہ تب کی بات تھی، اَور یہ اب کی بات ہے۔ اُس وقت پارٹی اقتدار حاصل کرنے کے لِئے جدوجہد کر رہی تھی۔ اب پارٹی حکومت میں ہے۔ یہ دو مختلف باتیں ہیں۔ اِن دو مواقع کی ضروریات مختلف ہیں۔ اس بات کی سمجھ تمہارے جیسے انقلابیوں کو نہیں آتی۔"

"لیکن حکومت چلانے کے لِئے بھی کیا لوگوں کو ساتھ لے کر چلنا نہیں پڑتا؟"

"درست۔ لیکن تم نے برخود غلط حربہ استعمال کیا ہے۔"

"اِس میں کونسی بات غلط ہے؟"

"اپنے ملک کی تاریخ پر نظر ڈالو۔ پہلی بار کسی کو عوام کے نام پر حکومت ملی ہے۔ لیڈر نے عوام کا نام لیا تو لوگ اُٹھ کھڑے ہُوئے۔ عوام کے نام پر لوگوں نے ووٹ دیئے، عوام کے نام پر لوگوں نے بڑے بڑے وڈیروں اَور سیاسی ساہوکاروں کو ہرایا، عوام کے نام پر لوگوں کا جذبہ جاگا۔ جمہوریت کا اِتنا بڑا انقلاب یہاں پہلی بار آیا ہے اَور تم عوام کے نام کا تصور ہی مٹا دینا چاہتے ہو؟ اگر عوام کا لفظ مٹ گیا تو سب کچھ مٹ جائے گا۔ ایسی باتوں کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔"

اعجاز دم بخود رہ گیا۔ "میں نے تو صرف عوام اَور غریب لوگوں کا فرق بیان کیا تھا،" وہ بولا۔

"اُونہوں،" بشیر سر جھٹک کر بولا۔ "تُم نے عوام کے نعرے کو، جِس کے بل پر قوم ہمارے ساتھ چلی ہے، بے عزت کیا ہے۔ تم نے جمہوریت کی جڑ پر وار کیا ہے۔ زبان کے ساتھ گڑبڑ کرنے کی کوشش کی ہے جو سب سے بڑی قوّت ہے، اَور سب سے بڑی شرارت کی جڑ بھی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ شرارت پھیل جائے تو نہ غریب کے پاس کچھ رہے گا نہ امیر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے پاس۔ ایسی شرارت اَپنے نہیں، غیر لوگ کرتے ہیں۔"

"مگر جس کام کے لیے تم نے مجھے بھیجا ہے وہاں تو سب کچھ لکھا جا رہا ہے۔ کیا وہ زُبان کی شرارت نہیں ہے؟"

بشر خشک سی ہنسی ہنسا۔ "ملک اعجاز، تم سیاست کے معصومین میں سے ہو۔ سیاست کے معصوموں کا اکھاڑہ جرنلزم ہے۔"

"سیاست کے معصوموں کا اکھاڑہ؟" اعجاز نے دُہرا کر پُوچھا۔ اب اُس کا غصہ جو اچنبھے کی صورت میں دب گیا تھا، دوبارہ اُبھر رہا تھا۔

"ہاں،" بشیر بولا، "کون پڑھتا ہے۔ کون اعتبار کرتا ہے۔"

"پھر تم نے مجھے وہاں کس لیے بھیجا ہے؟"

"بھئی دشمنوں کے پراپیگنڈہ کا جواب تو دینا ہی ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک فنکشن ہے۔ دیکھ ملک اعجاز، بہت سے معاملوں میں تم سمجھ دار ہو۔ میرے اُوپر تمہارے احسان ہیں، میں انکار نہیں کرتا۔ اَور انہیں لوٹانے کی اَپنے تئیں کوشش بھی کرتا رہا ہوں، جن کا ذکر میں نہیں کرنا چاہتا۔ مگر میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہُوں۔ سب اِنقلابیئے آخر میں صرف دو صورتیں لے کر بیٹھ جاتے ہیں، روزی کمانے کی، اَور اَپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کی۔ روٹی جہاں سے ملتی ہے کماتے ہیں، اَور ضمیر کو مطمئن کرنے کی وہ کوئی نہ کوئی صورت اِیجاد کر لیتے ہیں۔ مگر ملک کے کروڑوں عوام کو سنبھال کر رکھنا ایک بالکل دُوسرا کام ہے۔ اِس میں رخنہ اندازی کی گنجائش نہیں ہے۔"

"میں اَیسا اِنقلابیہ تو نہیں بشیر، تمہیں پتا ہے۔ میں نے ہزاروں مزدوروں کو سنبھال کر رکھا ہے۔"

"وہ وقت گیا اعجاز،" بشیر کی آواز میں اُکتاہٹ تھی۔ "جو فیصلہ ہو گیا، وہ ہو گیا۔"

اب اعجاز کی حالت قابو سے باہر ہو گئی۔ "تو میری عمر بھر کی کمائی غارت گئی؟"

"میرا اِس معاملے میں کوئی عمل دخل نہیں،" بشیر نے بات ختم کرتے ہُوئے کہا۔

"میں اَپنی جگہ واپس حاصل کروں گا،" اعجاز اُٹھ کھڑا ہوا۔ "میں دیکھوں گا وہ آدمی کیسے میری جگہ پر بیٹھتا ہے۔"

بشیر نے منع کرنے کے اَنداز میں خاموشی سے سَر کو دائیں بائیں ہلایا۔ اعجاز پلٹ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر کمرے سے نِکل گیا۔ کھلے دروازے کے باہر رُک کر وہ بولا'

"میں نے اِس کام میں عمر گنوائی ہے۔ مجُھے کون نکال سکتا ہے۔ تم لوگوں نے،" وہ پہلے بشیر اَور پھر برآمدے میں کھڑے دو چار آدمیوں کی جانب اُنگلی اُٹھا کر بولا، "تُم لوگوں نے کیا کیا ہے۔ تم لوگوں نے کرسیوں پر بیٹھ کر حکم چلائے ہیں۔" وہ باہر کو چل پڑا۔ وہ برآمدے میں چلتا اَور مڑ مڑ کر دیکھتا ہوا اُونچی آواز میں بولتا جا رہا تھا۔ "میں نے میدان میں بازی لگائی ہے، میں نے اَپنی روزی اس میں گنوائی ہے، میں نے گھر باہر کی قربانی دی ہے۔ میرے ساتھ دغا ہوا ہے۔" برآمدے سے نِکل کر وہ خشک گھاس کے لان میں رُک گیا۔ دفتروں کے کمروں سے لوگ نِکل نکل کر برآمدے میں جمع ہو رہے تھے۔ سب کی توجہ کا مرکز اعجاز تھا۔ بشیر کے ساتھ والے کمرے کے دروازے پر کنیز چوکھٹ سے ٹیک لگائے، کولہے پہ ہاتھ رکھے کھڑی اُسے دیکھ رہی تھی۔ اُس کے ساتھ دو عورتیں اَور ایک مرد کھڑے تھے۔ بشیر کے کمرے کے دروازے سے اُس کی شکل نمودار ہوئی۔ اعجاز نے دیکھا کہ وہ ایک مضبوط چھڑی کے سہارے بمشکل ایک ٹانگ گھسیٹ کر چل رہا تھا۔ اعجاز بہت بول چکا تھا، مگر اُس کی تسلی نہ ہُوئی تھی۔ وہ ابھی تک اَلفاظ تلاش کر رہا تھا۔ اُس نے مٹھی کَس کر ہوا میں لہرائی،

"میں نے اِس میں۔۔۔۔" اَلفاظ اُس کے مُنہ سے اَیسے نکلے جیسے بندوق کی نالی گولیاں اُگلتی ہے، "اپنا اِیمان گنوایا ہے۔"

جواب میں پندرہ بیس خاموش چہرے برآمدے میں کھڑے اُسے دیکھ رہے تھے، جن کے آخری سرے پر کنیز اَور بشیر کھڑے تھے۔ دفعتہً اعجاز کو یوں محسوس ہوا جیسے سارا خُون اُس کے بدن سے نچڑ گیا ہے اَور اُس کا سینہ خالی ہو گیا ہے۔ بشیر کی مفلوج شبیہہ کو چھڑی کے سہارے کھڑے دیکھ کر اُس کے غصے کی لہر بیٹھتی چلی گئی۔ وہ تیزی سے پلٹا اَور عمارت کی حدود سے نِکل گیا۔

اعجاز بس پکڑ کر دوپہر تک واپس پہنچ گیا۔ وہ سیدھا اُس دکان پر گیا جہاں اُس نے اَپنی بائیسکل، چین اَور پہیے کی تاروں کی خرابی کی وجہ سے مرمت کے لِئے دی ہوئی تھی۔

"مَلک صاب،" منیر میکنیک بولا، "سیکل نیا خریدیں۔ یہ بہت پرانا ہو گیا ہے۔"

"جب نیا تھا تو اُس وقت بھی میں نے ہی چلایا تھا ناء،" اعجاز نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

منیر ہنس پڑا۔ "حضور آپ کی پزیشن تو موٹر سیکل کی ہے۔ سیکلوں کو اب چھوڑیں۔ یہ دیکھیں، ایک نمبر موٹر سیکل آیا ہوا ہے۔ چھ مہینے بھی نہیں چلا۔ سستا بک رہا ہے۔"

اعجاز کافی عرصے سے اِرادہ کر رہا تھا کہ لڑکے بڑے ہو رہے ہیں، اپنی بائیسکل اُن کو دے کر ایک موٹر سائیکل خرید لے، مگر حسب عادت گانٹھ کھولنے سے کتراتا رہا تھا۔ اِس وقت میکنک کی بات نے عجیب طور پہ اُس کے اندر ایک طمانیت بخش کیفیت پیدا کی۔ چمکتا ہوا موٹر سائیکل تقریباً نیا لگ رہا تھا۔

"کتنے میں بک رہا ہے؟" اُس نے پُوچھا۔

"آپ کو خاص سستا لے دوں گا۔ ٹرائی کر کے دیکھیں۔"

"قیمت کا اندازہ تو بتا۔"

"پیسوں کی بات چھوڑیں ملک صاب۔ آپ ٹرائی لیں۔ آدھی کک پر سٹارٹ ہونے والی مشین ہے۔ ایسا مال روز روز مارکٹ میں نہیں آتا۔"

اعجاز نے موٹر سائیکل کے گرد گھوم پھر کر، اُس کے اُوپر ہاتھ پھیر کر دیکھا۔ "تو پھر قیمت نہیں بتائے گا؟"

"ملک صاحب، پھر وہی بات؟ چلیں لے جائیں کچھ بھی نہ دیں۔ ٹرائی تسلی بخش ہُوئی تو جو آپ کی جیب میں ہوا وہ دے دینا۔ میں آپ سے دُوسری بات کروں تو کہنا کہ منیرا جھوٹا آدمی تھا۔" ساتھ ہی اُس نے جیب سے چابی نکال کر موٹر سائیکل میں گھمائی اَور کک ماری تو پھرر کر کے انجن چلنے لگا۔ "ذرا اِس کی آواز سنیں ملک صاب، جیسے ابھی ابھی کارخانے سے بن کر آیا ہے۔ ہے کہ نہیں؟"

کچھ دیر بعد اعجاز نے کہا، "ٹھیک ہے منیر۔ آج میں اِسے گھر لے جاتا ہوں۔ کل لے آؤں گا۔ ٹرائی ٹھیک رہی تو سودا کریں گے۔"

"ملک صاب، جب تک جی چاہے ٹرائی لیں۔ آپ کوئی نواقف آدمی تو نہیں، ہمارے مہربان ہیں۔ ذرا ایک بات کا خیال رکھیں۔ مشین صاف ستھری ہے، کہیں اِدھر اُدھر سے لگنے نہ پائے۔ ناخن کا نشان بھی پڑ جائے تو گاہک کی نظر میں قیمت آدھی رہ جاتی ہے۔"